اسلامی روایات اور ان کا تحفّظ

از پروفیسر سید جمیل صاحب واسطی ایم اے (کینٹب)
وائس پرنسپل سندھ مدرسہ کالج کراچی

ہمارے فاضل دوست پروفیسر سید جمیل صاحب نے مذکورہ بالا عنوان پر پنجاب اورنٹیل سوسائٹی لاہور کے زیر اہتمام چند مقالات پڑھے تھے جن میں سے ایک مقالہ سوسائٹی نے پمفلٹ کی شکل میں شائع بھی کر دیا تھا بقیہ مقالات اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔ اب آنموصوف نے ازراہ کرم گستری ان سب مقالات کو برہان کے لئے بھیجدینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی قسط آج شائع ہو رہی ہے۔ حسب وعدہ توقع ہے کہ باقی مقالات بھی قسطوار شائع ہوتے رہیں گے

اس مقالہ میں پروفیسر واسطی نے تاریخی حقائق کی روشنی میں مسلمانوں کے اسباب عروج و زوال کا جائزہ لیتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کے عروج میں "سبحہ و سجادہ" کے ساتھ "شمشیر و سناں" کو بھی بڑی حد تک دخل رہا ہے۔ دونوں میں تن و جان کا سا ربط ہے اور آج پھر ضرورت ہے کہ اس ربط کو زندہ اور زیادہ پائیدار بنایا جائے۔

(برہان)

پہلا باب | اسلامی روایات کا تحفظ انسانی بہبودی کی اعلیٰ ترین کوشش کا تحفظ ہے، تمام مذاہب سچائی کے متلاشی ہیں لیکن ہر طرف منہ اٹھا کر چلتے رہنے سے ہم سچائی تک نہیں پہنچ سکتے۔ کسی منزل تک پہنچنے کے لئے درست اور سیدھی راہ صرف ایک ہوا کرتی ہے اور مسلمانوں کے نزدیک وہ شاہراہ اسلام ہے۔ اسلام کے اصولوں پر عمل کرنا باطنی سچائی کو ظہور کا لباس پہنانا ہے۔ روایت عمل کا تواتر ہے اس لئے اسلامی روایات کا تحفظ انسانی زندگی میں دائمی صداقتوں کے اعلیٰ ترین اظہار کا تحفظ ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں خود مسلمانوں نے اسلامی روایات کے متعلق شرمساری اور معذرت خواہی کا رویہ اختیار کر لیا ہے اور عام مسلمانوں کے غیر اسلامی روایات کو کم و بیش قبول کر لینے سے یہ صاف عیاں ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں قبول کردہ غیر اسلامی روایات کو رد کردہ اسلامی روایات پر فوقیت حاصل ہے۔ مسلمانوں کے دل و دماغ میں ایک انقلاب رونما ہو رہا ہے جس سے اسلامی روایات کی وقعت روز بروز کم ہو رہی ہے اگرچہ کہیں کہیں زبانیں اسلام کے نام سے شرمسار نہیں ہوئیں لیکن اسلام کی صدا پر دل کی گونج میں ایک ماندگی پائی جاتی ہے جو مستقبل کے لئے نیک شگون نہیں۔

ان حالات کے احساس کے ساتھ ان حالات کی تشریح کی جستجو لازمی ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے ایک سو سال کے اندر مسلمان دنیا کی عظیم ترین سلطنت کے مالک ہو چکے تھے۔ تمام شمالی افریقہ زیر نگین تھا۔ طارق کی پہاڑی کو ایک ہزار میل جنوب کی جانب چھوڑ کر ہسپانیہ اور جنوبی فرانس کے مسلمان حکمراں پیرس سے ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر طوخ کے تاریخی شہر پر قابض ہو چکے تھے۔ مشرق میں ایران مفتوح ہو چکا تھا اور اسلامی عساکر محمد بن قاسم کی سرکردگی میں شمالی ہندوستان کو دنیائے اسلام کا دائمی حصہ بنا چکے تھے۔ یہ کارنامے اسلامی فتوحات کی صرف تمہید تھے۔

۸۲۷ء میں زیادۃ اللہ امیر قیروان (شمالی افریقہ) نے صقلیہ کی باقاعدہ تسخیر شروع کی۔ پلرمو ۸۳۱ء میں مفتوح ہو گیا اور اس فتح سے اطالوی جزیرہ نما پر حملوں کا راستہ کھل گیا۔ ۸۴۶ء میں ہلال کی فتوحات شہر روما تک پہنچ گئیں اور اسلامی عساکر نے پطرس و پولوس کے مندروں کو تاخت و تاراج کیا[۱]۔ ادھر ہسپانیہ کے اسلامی مجاہدین جنوبی فرانس سے آگے بڑھ کر سوئٹزرلینڈ اور شمالی اطالیہ پر حملہ آور ہوئے۔

مشرقی یورپ میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ دیر میں شروع ہوا۔ ۱۳۹۶ء میں سلطان ترکی نے نکوپولس (بلغاریہ) کے میدان میں جرمنی، ہنگری، فرانس اور دوسرے عیسائی ممالک کی متحدہ افواج کو شکست دی۔ ۱۵۲۱ء میں سلطان سلیم عظیم الشان نے بلغراد (دارالخلافہ یوگوسلاویہ) پر قبضہ کیا۔ ۱۵۲۶ء میں ہنگری کی

---

[۱] لفظی ترجمہ عیسائی مورخ سنگر۔

افواج کو زبردست ہزیمت ہوئی اور ہنگری اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ ۱۵۲۹ء میں وائنا کو ایک دراز محاصرہ سے کمزور کر کے سلطان سلیم ایک زبردست فوج لیکر جرمنی پر حملہ آور ہوا۔

منگول حملہ آوروں نے ۱۲۲۴ء میں روس کے تمام عیسائی حکمرانوں کی متحدہ افواج کو عظیم الشان شکست دی۔ ۱۲۳۸ء میں تمام روس منگولوں کے قبضہ میں آچکا تھا۔ شمال میں ماسکو پر ان کی حکومت تھی۔ جنوب میں ان کی افواج بلقان پر حملہ آور ہو رہی تھی ان کی حکومت چین سے بحیرہ بالٹک تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے اعلیٰ ترین حکمران "طلائی عساکر کے بادشاہ" کہلاتے تھے اور جب "طلائی عساکر" کے بادشاہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو تمام روس ایک زبردست اسلامی سلطنت بن گیا۔ ایک عیسائی مورخ بیان کرتا ہے کہ "ان بادشاہوں نے مذہب کے معاملہ میں آزادی اور رواداری کے اصولوں کو قائم رکھا۔

ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا ذکر غیر ضروری ہے۔ محمود غزنوی، علاء الدین خلجی، اورنگزیب عالمگیر کی کامیاب لڑائیوں نے ایکہزار سال تک جنوبی ایشیا کو اسلامی صوبہ بنائے رکھا۔

آخری دو سو برس میں یہ اسلامی سلطنت جو چین سے بحر ظلمات تک پھیلی ہوئی تھی تباہ ہوگئی غرناطہ سولہویں صدی کے آخری دس سال میں فتح ہوا اور ان مسلمانوں کے قتال کا سلسلہ شروع ہوا، جنھوں نے اسلام ترک کرنے سے انکار کیا۔ یہی حال مسلمانوں کا جنوبی اطالیہ صقلیہ و سالٹا میں ہوا۔ اور مفتوح ہونے پھر روس اور وسطی اور مشرقی یورپ میں آخری دو سو سال کی تاریخ اسلامی ہزیمت کی تاریخ ہے۔ ان دو صدیوں میں تمام اسلامی دنیا یورپ کی عیسائی اقوام کے زیر نگین ہوگئی۔

اگر بنظر غائر اسلامی زوال کے سانحہ عظیم کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زوال لابدی تھا مسلمان نہ صرف تمام دنیا میں توحید الٰہی اور انسانی مساوات کا پیغام لے کر پھیل گئے، بلکہ انھوں نے اپنی فتوحات سے دنیا کی عظیم ترین حکومت کی بنیاد رکھنے کے علاوہ کبھی اطلبوا العلم ولو کان بالصین کے سبق کو فراموش نہ کیا۔ اسلامی فتوحات کی پہلی ڈیڑھ صدی کے اندر یونانی علوم فطرت کا ادب عربی میں ترجمہ ہو چکا تھا۔ جالینوس کا ترجمہ خاص بغداد میں عباسی خلفاء کے اہتمام سے ہوا

خلیفہ مامون رشید نے بغداد میں ایک کتب خانہ اور ایک ادارۂ تراجم قائم کیا اور اسی طرح قاہرہ میں علمی ادارے قائم ہوئے۔ قرطبہ ہسپانیہ میں ستر کتب خانے قائم تھے، خلفاوامرا کو کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ یونانی کتب کوشش سے تلاش کی جاتی تھیں۔ اور بغداد میں منگوا کر ترجمہ کی جاتی تھیں۔ علاوہ جالینوس کے افلاطون ارسطو، اقلیدس، طولمی، ارشمیدس کی کتب آٹھویں صدی عیسوی تک یونانی سے عربی میں ترجمہ ہو چکی تھیں۔ حساب، جغرافیہ، علم نجوم، علوم فطرت، سیاست، فلسفہ غرض کوئی شعبہ نہ تھا جس میں مسلمانوں نے ترجموں سے اپنی تشنگی کو سیراب نہ کیا۔ یہاں تک کہ کئی یونانی تصانیف آجکل صرف عربی ترجمہ میں باقی ہیں، ان کے اصلی یونانی نسخے تلف ہو چکے ہیں[۵]۔

علاوہ یونانی کے، لاطینی، فارسی، چینی، سنسکرت اور دوسری زبانوں کے تراجم بھی کیے گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مختلف ممالک میں مختلف زمانوں میں مختلف تہذیبیں اپنی اپنی زبانوں میں علوم جمع کرتی رہیں اور یہ علوم اسلام کا انتظار کرتے رہے تاکہ عربی کے ذریعہ دنیا کی اعلیٰ ترین اخلاقی تہذیب کا ورثہ بن جائے۔

مسلمانوں نے نہ صرف گذشتہ تہذیبوں کو تاریخ عالم میں پہلی دفعہ ایک زبان میں اکٹھا کیا جوان کے قرآنِ حکیم کی اور تمام دنیائے اسلام کی تہذیبی زبان تھی بلکہ وہ اپنی علمی کوششوں سے گذشتہ تہذیبوں کے علوم وفنون سے کہیں آگے ترقی کر گئے۔ حساب میں ابوالوفا، طبیعیات میں الکندی، علم نجوم میں الفرغانی اور البطانی تاریخی نام ہیں۔ خط استوا[۶]۔ زمین کا گول ہونا اور اپنے محور کے گرد اور سورج کے گرد زمین کا گھومنا یورپ سے پہلے مسلمان معلوم اور قبول کر چکے تھے، بعد کی علمی ترقی نے صرف ان کے قیاسات کو ثبوت بہم پہنچائے۔ جابر نے علم کیمیا میں تجربہ کی ضرورت پر توجہ مبذول کی۔ ابوعلی حسن نے یہ دریافت کیا کہ ہوا زمین سے جس قدر اونچی ہوتی ہے اسی قدر ہلکی ہوتی جاتی ہے۔ اسلامی تہذیب نے رازی اور ابن سینا جیسے حکیم وطبیب پیدا کئے۔ مفردات ومرکبات کی خصوصیات میں تفتیش کی اور ضخیم مواد جمع کیا۔ الجبرا کی سب سے اولین مستند کتاب ایک مسلمان خوارزمی کی تصنیف ہے۔ علوم فطرت کے علاوہ تاریخ فلسفہ

---

[۵] شارٹ ہسٹری آف سائنس مصنفہ شروڈ ٹیلر۔ [۶] دی ایجز مصنفہ برٹرام ٹامس۔

تفسیر مصوری اور عمارات سازی کے فنون میں مسلمان کے استاد تھے۔

ایک انگریز مورخ تسلیم کرتا ہے کہ "یورپ کے قرون وسطیٰ عربی سائنس کی شہرت سے گونج رہے تھے" یہ ناممکن تھا کہ سائنس کی اتنی ترقی ہر شعبۂ حیات پر اپنا اثر نہ رکھتی۔ تہذیبِ انسانی زندگی کی ایک مرکب حالت ہے جس میں مختلف اجزا اتفاقی لیکن منطقی امتزاج میں پائے جاتے ہیں۔ جس زمانے میں مسلمان تہذیبی ذخائر کی فراہمی میں مصروف تھے۔ یہ زمانہ اسلامی فتوحات اور اسلامی سلطنت کی مسلسل ترقی کا زمانہ تھا۔ غیر اسلامی حکومتیں یکے بعد دیگرے اسلامی دنیا کی حلقہ بگوش ہو رہی تھیں اور خلفائے اسلام تاریخ کی عظیم ترین سلطنت کے سیاسی و مذہبی فرمانروا تھے۔ سلطنت کی یہ ترقی قدرتی اور لابدی تھی۔ اسلام کے روشن اصولوں نے مسلمانوں کے دلوں سے توہم پرستی کا خاتمہ کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے سامنے دنیا حیوانی یا انسانی دیوتاؤں کی بے اصول طاقتوں کا مظہر نہ تھی۔ بلکہ ایک مسبب الاسباب خدا کی قدرت کا کرشمہ تھی۔ خداؤں کی پیدائش کے معجزے ان کی خوارق العادت زندگی کے افسانے اور خداؤں کی فرضی کہانیوں سے فطرت کی جھوٹی تشریحیں علومِ فطرت کی ترقی کے لئے بہترین ماحول نہیں ہوتیں۔ اسلام کی روح توہمات کی قاطع تھی۔ مسلمان کے لئے فطرت خوفناک خداؤں کی بستی نہ تھی۔ خدائے واحد کی مخلوق کی حیثیت رکھتی تھی اور انسان اشرف المخلوقات تھا۔ فطرت کا مطالعہ خدا کی نعمتوں کا جائز تصرف تھا۔ علومِ فطرت جب ضروریاتِ حیات سے متعلق ہوتے ہیں، تو اس کا نتیجہ صنعت ہوتا ہے۔ قصر الحمرا، قرطبہ کی عظیم الشان مسجد جو آجکل بطور کلیسا استعمال ہو رہی ہے مراقش قیروان، دمشق اور دہلی کی مساجد، قاہرہ کے خلفا کے مقابر، کشمیر اور لاہور کے شالامار باغ، تاج محل، لال قلعہ علاوہ ایک عظیم الشان تہذیب کی خوبصورت یادگاریں ہونے کے اسلامی صنعت کی بلندی کی بھی شاہد ہیں۔ اسلامی ممالک کے کپڑے ریشم، قالین، میناکاری کے کام اور دیگر تجارتی فنون تمام دنیا میں معیاری حیثیت رکھتے تھے اور اسلامی دنیا سے باہر دور دور تک فروخت ہوتے تھے۔ یورپ کے قرون وسطیٰ کے ادب میں مسلمانوں کی امارت و تمول کے بیشمار حوالے ملتے ہیں۔ یہ دولت اسلامی دنیا کی صنعت کا خراج تھی۔

علومِ فطرت کے حصول سے انسان سرمایہ پر قابو پالیتا ہے۔ سرمایۂ فطرت کو اسرارِ فطرت کے علم کے ذریعہ انسانی بہبودی کے لئے استعمال میں لانے کا نام صنعت ہے۔ اس قوت سے حالتِ امن میں ایک قوم کی زندگی آسان و دلکش بن جاتی ہے اور جنگ و مقابلہ کی صورت میں صنعت میں ترقی یافتہ قوم کو فطرت کی مسخر کردہ طاقتوں کی کمک حاصل ہوتی ہے علوم کی ترقی کے باعث مسلمانوں کو اپنی ہمسایہ اقوام پر یہ فوقیت حاصل تھی۔ قلعہ سازی و اسلحہ سازی میں برتری، اسلامی افواج کی فتوحات کے بواعث میں سے تھی۔ اپنے وقت میں مسلمان دنیا کے اعلیٰ ترین جہازران تھے۔ ادریسی[۱] کے نقشہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ اسلامی دنیا کو تمام دنیا کے ساحلوں کا علم تھا۔ منجنیق، قطب نما، اصطرلاب، بارود، توپ اور اسلامی صنعت کی دیگر تمام کوششیں اسلامی افواج کی امداد میں مہیا تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ شرق و مغرب میں فتح و نصرت اسلامی لشکر کی رکاب چومتی تھی۔ نصف یورپ نصف افریقہ اور قریباً تمام ایشیا زیرنگین تھے۔

روجر بیکن (۱۲۱۴ - ۱۲۹۴) ایک لاطینی خط میں پاپائے روم کو لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں کامیاب نہ ہوں گی۔ اگر آپ مسلمانوں کو یورپ سے نکالنا چاہتے ہیں تو عربی کے مطالعہ کے ذریعہ ان کے علوم فطرت کو حاصل کرنا ضروری ہے اور اس طاقت سے جو علومِ فطرت سے ہمارے ہاتھ آئے گی عیسائی دنیا مسلمانوں پر فتح حاصل کر لیگی۔

روجر بیکن عربی کا فاضل تھا اور اسے اس تحریک کا نمائندہ سمجھنا چاہئے۔ جس کا مقصد اسلامی علوم و صنعت کو حاصل کر کے مسلمانوں کے ہتھیاروں سے اسلام کو شکست دینا تھا۔ اس نے خود بھی روشنی اور بصارت کے علم پر کچھ کتابیں لکھی ہیں جو عربی کتب سے ماخوذ ہیں۔ بارود کا نسخہ روجر بیکن نے ہی عربی سے حاصل کر کے یورپ کے سپرد کیا۔

غیر مسلموں کے لئے اسلامی علوم کا حصول چنداں دشوار نہ تھا۔ جہاں جہاں بھی مسلمان گئے انھوں نے علوم کی حفاظت کا خیال رکھا۔ اور اس ارادے سے یونیورسٹیاں قائم کیں۔ یورپ کی سب سے پہلی یونیورسٹی جنوبی اطالیہ کے شہر سلرنو میں شروع نویں صدی میں قائم کی گئی جبکہ یورپ کا

---

[۱] عجائب خانہ برلن۔

یہ حصہ اسلامی سلطنت کا حصہ تھا۔ اسلامی دنیا کی حدود ایک بین الاقوامی تہذیب کا گہوارہ تھیں، ان کی مذہبی رواداری کے باعث ان کے علوم کے دروازے سب کے لئے کھلے تھے اور سلرنو کی عربی یونیورسٹی میں یہودی اور عیسائی نہایت اطمینان سے مسلمان طلبا کے ساتھ تعلیم پاتے تھے۔

یہی حال ہسپانیہ کی قرطبہ سیول اور غرناطہ کی یونیورسٹیوں کا تھا جہاں یہودی اور عیسائی یورپ کی تاریکی سے اسلامی علوم کی روشنی حاصل کرنے اور جہاں وہ رواداری عملاً نظر آتی تھی جو اسلامی دنیا سے باہر کسی مذہبی تمدن نے تمام انسانی تاریخ میں پیش نہیں کی۔

شروڈ ٹیلر اپنی کتاب "سائنس کی مختصر تاریخ" میں علوم کے متعلق یورپ کے رویہ کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ عیسائیت تمام غیر عیسائی تاریخ وفلسفہ کو بے سود علم خیال کرتی تھی۔ عیسائی عقائد اور توہمات اور پرانے فسانوں کے چند حصوں کی بلا تنقید قبولیت نو سو سنہ عیسوی تک یورپ کا اعلیٰ ترین علمی کارنامہ تھی جس زمانے میں عرب اعلیٰ ترین طبی علوم کے مالک تھے۔ عیسائی ممالک جادو منتر اور ٹونے ٹوٹکوں پر اعتبار رکھتے تھے اور انھیں علم الاجسام والابدان سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سائنس کے لئے شک اور تجربہ ضروری ہے تاکہ یقین تک پہنچ سکیں۔ اور شک کی عادت مذہب میں بدعتوں کی بنیاد بنتی ہے۔ بقول شروڈ ٹیلر صاحب۔ اس زمانے میں بہت سے بھوتوں کی ہستی کو مانتے تھے اور جادو منتر کے ذریعہ ان بھوتوں سے حاجت روائی کرانے کو درست مگر گنہگاری خیال کرتے تھے۔ ان حالات میں سائنس کی ترقی غیر اسلامی یورپ میں ناممکن تھی۔

آخر اسلامی علوم کے حصول کے لئے یورپ والوں نے عربی علمی کتب کے تراجم لاطینی میں شروع کئے۔ جیرارڈ، کریمونوی، مائیکل سکاٹ۔ ریمن لل کے تراجم سے اسلامی علوم یورپ کا حصہ بن گئے لیکن مذہبی تعصب کی وجہ سے یورپ کا علمی احیاء ایک سست عمل تھا۔ ۱۲۱۵ء عیسوی میں پوپ نے ارسطو کے مطالعہ کو گناہ بنا دیا۔ اور اپنے حکم سے اس کے پڑھنے والوں کو سزاوار جہنم قرار دیا۔ اس وقت اسلامی دنیا علوم کی ترقی میں ارسطو کو کہیں پیچھے چھوڑ چکی تھی۔ ان کی یونیورسٹیاں مشاہدہ گاہوں تجربہ گاہوں اور کتب خانوں سے مالا مال تھیں۔ علم کے متعلق یورپی اور اسلامی تہذیبوں کا رویہ

اس امر سے ظاہر ہو جائے گا کہ بقول شروڈ ٹیلر خلیفہ حاکم ثانی (۹۶۱ - ۹۷۶ء) کے قرطبہ کے کتب خانے میں چھ لاکھ کتابیں موجود تھیں اور ان کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی لیکن اس وقت سے چار صدی بعد بھی فرانس کے شاہی کتب خانے میں ایک ہزار سے بھی کم کتابیں تھیں۔

اس وقت جبکہ اسلامی دنیا سات سو سال کی بلا رقیب سیادت کی وجہ سے اپنی دائمی نصرت اور حکومت کے اعتبار میں مطمئن بیٹھی ہوئی تھی۔ عیسائی دنیا مسلمانوں سے حاصل کردہ سائنس کی ترقی اور اپنی صنعت اور تجارت کی نشوونما میں مشغول تھی۔ یہ کوشش مشینی صنعت اور یورپ کے موجودہ اقتصادی نظام اور یورپ کی عالمگیر تجارت میں منتج ہوئی۔

مشینی صنعت سے اشیا بہت ارزاں اور زیادہ تعداد میں تیار ہو سکتی ہیں. اس سے نہ صرف سرمایہ اور دولت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ زندگی کی ضروریات کے بافراط مہیا آنے کی وجہ سے آبادی بھی بڑھتی ہے۔ آخری تین صدیوں میں یورپی آبادی اپنی پہلی آبادی سے کئی گنا ہو گئی ہے۔ ان حالات میں یورپ کو زائد تجارتی مال کے لئے منڈیوں کی اور بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے نوآبادیات کی ضرورت ہوئی۔ وہ ممالک جو تمدنی طور پر زراعتی حالت میں تھے اور جن میں صنعتی ترقی ابھی ابتدائی مدارج میں تھی۔ یورپ کی بہترین منڈیاں بن گئے اور انھیں ممالک کی تجارت سے حاصل کردہ سرمایہ کی امداد سے انہی ممالک کو فتح کر کے یورپ نے انھیں اپنی نوآبادیات بنا لیا۔

مراقش سے لیکر جاوا تک کے مسلمان اسی اصول کے ماتحت یورپ کی صنعتی ترقی اور اپنی اقتصادی بے حسی اور صنعتی غفلت کی وجہ سے محکوم و مغلوب ہو چکے ہیں. دنیا کی قسمت زیادہ تر اقتصادی اور صنعتی قوت کے ہاتھ میں ہے۔ آسٹریلیا اور امریکہ کے اصلی باشندوں کی محکومی اور پھر ان کا نیست و نابود کر دیا جانا۔ ترکی کی یورپ میں ہزیمت۔ شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی شکست اور غلامی۔ یورپ کی سیادت۔ جاپان کی ترقی۔ سب مشینی صنعت اور اس کے نتائج کے مختلف پہلو ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان اصولوں کے ماتحت یورپ اور یورپ سے باہر کی یورپی اقوام کی بڑھتی ہوئی آبادی اسلامی اقوام کو بھی محکوم کر کے آہستہ آہستہ امریکہ اور آسٹریلیا کے

اصلی باشندوں کی طرح فنا کردے گی۔ درست پیشین گوئی ناممکن ہونے کے باوجود یہ امکان قابلِ غور ضرور ہے کیونکہ شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا میں یہ عمل شروع ہوچکا ہے یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس قانون کے عمل سے مسلمانوں کی محکومی اور ان کی آئندہ نسلوں کی بتدریج ممکن معدومی کے ساتھ اسلام بھی فنا ہوجائے گا؟ اور یہ کہ اسلامی مذہبی اور معاشرتی روایات کو زندہ اور قائم رکھ سکنے کی کیا تدابیر ممکن ہیں؟

جواب مشکل ہے۔ تاریخ کے مدوجزر حیران کن ہوتے ہیں لیکن اسلامی روایات کے تسلسل کے لئے فی الحال صرف تین ممکنات نظر آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ہم اپنی خواہشات کو حاصل نہ کرسکیں اور یہ ممکنات محض خواہش کے دھندلے خواب ہوں۔ مگر لاتقنطوا من رحمۃ اللہ مستقبل میں نسل انسانی کے لئے بے اسلام تاریخ کی ممکن بدقسمتی انتہائی غوروفکر کی مقتضی ضرور ہے۔

(۱) سب سے پہلی تدبیر جو اسلامی مذہب اور روایات کی حفاظت کے لئے لازمی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان جلد از جلد تجارتی مقاصد کے لئے مشینی صنعت کی طرف متوجہ ہوں۔ اس کے لئے اقتصادی تنظیم اور علمی سائنس کا اکتساب بہت ضروری ہے۔ ایسی اسلامی یونیورسٹیوں کی ضرورت ہے جو علاوہ اسلامی مذہب و تمدن کے ان مضامین پر خاص توجہ مبذول کریں۔ مشینی صنعت کے حصول سے ہم ان طاقتوں کو اپنی حفاظت کے لئے استعمال کرسکیں گے جو موجودہ حالت میں ہمیں آہستہ آہستہ مٹارہی ہیں۔

اس ضمن میں یہ چند امور بھی فکر طلب ہیں۔ صنعتی اور تجارتی کاروبار زراعتی کاروبار سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل ہوتا ہے۔ زراعت میں قدرت پیدائش کی ذمہ دار ہے لیکن صنعت میں خود انسان۔ اس لئے صنعت میں زراعت سے کہیں زیادہ دماغ و عقل و تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تجارتی آبادی زراعتی آبادی سے سیاسی طور پر زیادہ سمجھدار اور طاقتور ہوتی ہے۔

دوسرے جس طرح صنعتی ممالک زراعتی ممالک کو محکوم بنالیتے ہیں۔ اسی طرح ایک

ملک کے اندر بھی زراعتی آبادی تجارتی اور صنعتی آبادی کی محکوم ہوتی ہے۔ اور زراعتی آبادی اندرونی منڈی اور محکوم نو آبادی کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اور اس طرح ملک کی سیاسی اور تہذیبی طاقت ملک کے تجارتی طبقوں میں مرکوز ہو جاتی ہے۔

تیسرے جس طرح صنعتی ترقی کی وجہ سے جاپان، اٹلی، جرمنی، برطانیہ امریکہ اور دیگر ممالک کی آبادیوں میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر کسی ملک میں مسلمان محض زراعت میں مشغول ہیں اور تجارت اور صنعت غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے تو غیر مسلم آبادی میں اتنی ترقی ہوتی جائے گی کہ مسلمان آبادی کا تناسب قائم نہ رکھ سکیں گے۔ ان حالات کی روک تھام کے لئے سب سے پہلی تجویز مسلمانوں کا مشینی صنعت کی طرف توجہ کرنا ہے اور اسلامی بقا کی دوسری تجاویز کے مقابلہ میں یہ تجویز زیادہ ممکن العمل اور نتیجہ خیز ہے۔

کیا مشینی صنعت کے قیام کے لئے مسلمان اقوام کو لاطینی رسم الخط اختیار کر لینا چاہئے۔ کیا بے پردگی اور اس کے لازمی نتائج کو قبول کر لینا چاہئے۔ کیا اس کے لئے شراب پینی چاہئے یا ہیٹ کا استعمال کرنا چاہئے؟ یہ سب غیر متعلق اور بے معنی سوال ہیں۔ جن سے غلامانہ ذہنیت اور خود غرضانہ ہوس پرستی ٹپکتی ہے۔ مشینی صنعت کا قیام مشینی صنعت کی طرف ہی علمی اور عملی توجہ کے ذریعے سے ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے اقتصادی طاقتوں کی تنظیم پہلا قدم ہے۔ اسلامی ممالک کے حدود پر صنعتی پیداوار کی درآمد پر محافظتی محصول اور ملک کے سرمایہ فطرت کی صنعت کے ذریعہ ترقی مقصد کے حصول کے لازمی زینے ہیں۔ اس عمل کو ٹائی یا لپ سٹک سے چنداں تعلق نہیں۔

(۲) دوسری تجویز یہ ہے کہ مسلمان جہانتک ہو سکے صنعتی ممالک میں ہجرت کر جائیں اور وہاں آباد ہو جائیں۔ تاکہ تہذیبی مراکز سے متعلق ہو کر اسلام دنیا کے کلچر میں خاطر خواہ حصہ لے سکے اور یہ مسلمان یورپی شہریت کے حصول کے ذریعہ باقی مسلمانوں کی سیاسی بدقسمتیوں سے محفوظ رہ سکیں اور شاید انھیں امداد دے سکیں۔ جو اصحاب یورپ اور دیگر ممالک میں آباد ہونے کی غرض سے جائیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام اور اسلامی روایات و اخلاق کو اپنی معاشرت اور عمل میں ہمراہ

لیجائیں اور اس احساس سے جائیں کہ وہ اسلام کی صداقت اور روایات کے امین ہیں جن کی ہر تہذیب اور ہر زمانہ کے لوگوں کو ضرورت ہے۔

(۳) تیسری تدبیر صنعتی ممالک میں تبلیغ اسلام کی کوشش ہے غیر مسلم دنیا کا مسلمانوں پر حق ہے کہ مسلمان انھیں پیغام حق سے محروم نہ رکھیں۔ یہ بات بھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ اگر انسانی ارتقا یورپ کی ترقی یافتہ اقوام کو آئندہ دنیا کی قائم رہنے والی اور بڑھنے والی نسلیں منتخب کر چکا ہے تو بہتر ہے کہ ہم صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ تبلیغ و ہجرت کے ذریعہ اسلام کو مغربی دنیا کا مذہبی اور تمدنی حصہ بنانے کی کوشش کریں تاکہ ہمارے مٹ جانے کے بعد آئندہ دنیا ان اسلامی روایات سے محروم نہ رہ جائے جن کا تسلسل ہمیں اپنی اور اپنی نسلوں کی بقا سے زیادہ عزیز ہے۔

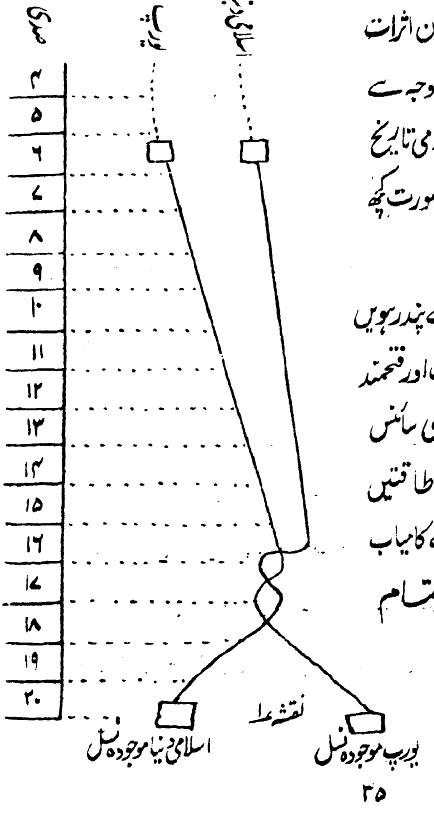

دوسرا باب | اس باب میں میرا مقصد ان اثرات کی تشریح ہے جو یورپ کے سیاسی غلبہ کی وجہ سے اسلامی دنیا میں رونما پذیر ہوئے۔ اگر ہم اسلامی تاریخ کو نقشہ کے ذریعہ ظاہر کریں تو اس کی صورت کچھ اس طرح ہوگی۔

نقشہ ۱ | اسلامی دنیا ساتویں صدی سے پندرھویں صدی تک یورپ کے خلاف کامیاب اور فتحمند رہی لیکن اس کے بعد یورپ میں اسلامی سائنس تجارت اور صنعت کی نشو و نما سے وہ طاقتیں پیدا ہوگئی تھیں جنھوں نے یورپ کو پہلے کامیاب مقابلہ کے لئے تیار کیا اور پھر یورپ کو تمام اسلامی دنیا پر غالب کر دیا۔

نقشہ نمبر ۱- میں یورپ اور اسلام کی موجودہ نسلوں کی کیفیت دکھائی گئی ہے۔ اسلام کی موجودہ نسل یورپ سے سیاسی طور پر مغلوب ہو چکی ہے اور اپنی تاریخ کو جانتے ہوئے دنیا میں یورپ کی برابری کی خواہشمند ہے

اس خیال سے کہ اگر یورپ اور اسلام کے تمام فرق دور ہو جائیں تو یورپ اور اسلام برابر ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کی موجودہ نسل اپنی عقل کے مطابق یورپ کی مکمل نقل میں فلاح و نجات ڈھونڈھتی ہے اور یورپ کی طرز سے ہر قسم کے اختلاف کو گھبراہٹ سے دیکھتی ہے۔ یہ طرزِ خیال مسلمانوں کی تاریخی سیاسی ہزیمتوں کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور اسلامی روایات پر سب سے بڑے صدمے اسی طرزِ خیال کا کرشمہ ہیں۔

دنیائے اسلام کی شکست اور یوروپ کی فتح کی اصلی وجہ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے یہ تھی کہ یورپ نے اسلامی دنیا سے سائنس کے حصول کے بعد سائنس اور مشینی صنعت کی ترقی اور اقتصادی تنظیم میں (جنھیں صلح و جنگ میں قوموں اور ملکوں کے "عناصر قوت" خیال کرنا چاہئے) اسلامی دنیا کے مقابلہ میں زبردست برتری اور فوقیت حاصل کر لی۔ اور جب یورپ کی اقوام نے ان طاقتوں کو صلح و جنگ کے مقاصد کے لئے مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا تو یورپ کی فتح اور اسلامی دنیا کی شکست اس کا لازمی نتیجہ تھی۔

انسانی تاریخ و سیاست قوتوں کا مقابلہ ہے۔ قوتوں کو قائم رکھنا جہد للبقا کی شرط اولین ہے جب ایک قوم دوسری کے مقابلہ میں زیادہ قوت حاصل کر لیتی ہے وہ دوسری قوم پر غالب آجاتی ہے اس موقع پر اسلامی فلسفیوں کا یہ فرض تھا کہ دنیائے اسلام کو ان "عناصرِ قوت" سے آگاہ کرتے رہتے جن کا ارتقا اسلام کی سیاسی ہزیمت کا باعث تھا اور دنیائے اسلام کو علوم فطرت اور صنعت کی ترقی اور اقتصادیات کی تنظیم کی ضرورت کی طرف توجہ دلاتے رہتے۔ ان کا یہ فرض تھا کہ ان شعبوں میں غیر اسلامی دنیا کی مقابلۃً ترقی کے مستقبل سیاسی نتائج کا خوف دلا کر اسلامی دنیا کو غیر اسلامی دنیا کے برابر قوی اور مضبوط رکھتے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

موجودہ نسل میں اسلامی طرزِ خیال کی تشریح نقشہ ۲ سے واضح ہوسکے گی

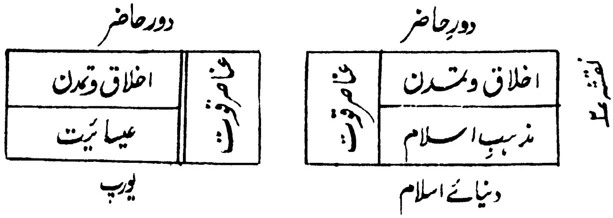

موجودہ تنزل کے زمانے میں اسلامی خیالات میں ایک پریشانی پائی جاتی ہے جس کی وجہ تہذیب وسلطنت کی ایک عظیم الشان روایت کی شکست اوران کروڑوں انسانوں کی تلخ کشمکش اور بتدریج غلامی ہے جو ہزار سال سے آزاد اور دنیا کے حاکم چلے آئے تھے۔

یورپ کے مقابلہ میں دنیائے اسلام کی عناصرِ قوت میں کمزوری اسلامی ہزیمت کی وجہ تھی اور یورپ کے مقابلہ میں عناصرِ قوت کو مضبوط وقوی تر کرنے سے اسلامی دنیا اس ہزیمت کے سیلاب کو روک سکتی تھی اوراپنے عہدِ زریں کی یاد تازہ رکھ سکتی تھی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس تنزل کے زمانے میں ایسے فلسفی پیدا نہ ہوئے جو تہذیب کی درست تشریح پیش کرسکتے۔ بجائے اس کے کہ وہ نقشہ ۱ کے مطابق پندرہویں سے سترہویں صدی تک کی تاریخ میں ان نئی پیدا شدہ طاقتوں کی تلاش کرتے جو ہماری ہزیمتوں کے دور کو شروع کرنے میں کامیاب ہورہی تھیں۔ اسلامی فلسفی اصلی عناصرِ قوت پر نگاہ نہ رکھ سکے اورانھوں نے تہذیب کے دوسرے عناصر کو عناصرِ قوت سمجھا اور ظاہر کیا۔ اور تاریخ کو نظر انداز کرکے صرف موجودہ نسلوں کے سطحی مقابلہ سے قومی اصلاح کے اصول اخذ کئے۔ اس طرح انھوں نے اس پریشانی اور روایات کی شکست کے دور کا آغاز کیا جو ابھی ختم نہیں ہوا۔

(الف) وہ فلسفی جو مذہب کو ہی عناصرِ قوت خیال کرتے تھے۔ دنیا کی اقوام کی بلندی اور پستی کو ان کے مذہب کی بلندی اور پستی کے سوا کسی اور چیز سے متعلق نہیں کرسکتے تھے۔ انھوں نے دنیائے اسلام کی شکست کو اسلام ہی کی کمزوریوں پر محمول کیا۔ اور تہذیب کی تشریح میں غلطی کرکے دنیوی قوت کے درست عناصر کو بالکل نظر انداز کرکے صرف مذہب ہی کو اسلامی دنیا کی شکست کا مجرم قرار دیا۔ ہم ان فلسفیوں کو

دو گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اول وہ جنھوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اسلام کی ہزیمت کا باعث یہ ہے کہ اسلامی الہام پرانا ہو چکا ہے اور اسلام مذہبی ارتقا کی پچھلی کڑی ہے اور جس طرح اسلام نے پہلے الہامات کو منسوخ کر دیا اسی طرح اصولِ ارتقا کا یہ تقاضا ہے کہ نئے الہام جو بدلتے ہوئے زمانہ کے زیادہ مطابق ہوں۔ مذہبِ انسانی کو اسلام سے ایک دو قدم اور آگے لے جائیں۔ ان فلسفیوں کے نزدیک آنحضرتؐ کا آخری نبی ہونا اور اسلام کا آخری مذہب ہونے کا دعویٰ کرنا فطرت کے دائمی اصولِ ارتقا کے خلاف ہے جس کا لازمی نتیجہ مسلمانوں کے جمود اور دنیائے اسلام کی سیاسی شکست میں ظاہر ہوا۔ اس نئے الہام کی ضرورت کو ایران میں باب اور بہاء اللہ نے ظاہر اور پورا کیا۔ دونوں فلسفیوں نے اسی فلسفۂ ارتقا کے ماتحت اپنے آپ کو نئے ملہموں کی صورت میں پیش کیا اور اپنی گفتار اور اپنے عقائد کو خدا کے تازہ ترین الہامات ظاہر کیا۔

ان فلسفیوں نے تہذیب کی غلط تشریح کی اور دنیائے اسلام کی دنیوی شکست کو دنیوی قوت کے عناصر کی کمزوری پر محمول کرنے کی بجائے مذہبِ اسلام کو اسلامی دنیا کی شکست کا ملزم ٹھہرایا ان فلسفیوں کی قوتِ تشریح کی کمزوری اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے اصولِ ارتقا کو ہر شعبۂ حیات پر بلا تمیز و تفریق منضبط کرنے کے مغربی فیشن کی غلامانہ نقل کی۔ ارتقاء کا اصول باوجود قریباً ہمہ گیر ہونے کے اپنی حدود رکھتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ حسن کے شاہکار آفرینِ فن کا کے بعد فن کی روایت ترقی کی بجائے تنزل کی جانب مائل ہو۔ لہٰذا ہر ارتقائی اقدام کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ترقی کی جانب ہو۔

نیز اخلاقی اور روحانی صداقتوں کے تفحص میں ایک ایسی منزل آجاتی ہے جس سے آگے ترقی ناممکن یا تنزل کے مترادف ہوتی ہے۔ خدا ایک ہے۔ تمام انسانوں کو برابر اور بھائی سمجھنا چاہئے سچ جھوٹ سے بہتر ہوتا ہے۔ جنسی معاملات میں وفاداری بے وفائی منافقت سے بہتر ہوتی ہے۔ چوری نہیں کرنی چاہئے۔ قتل نہیں کرنا چاہئے۔ غداری اچھی نہیں ہوتی۔ خیرات کرنی چاہئے غرض اس قسم کے کئی زرین اصول ایسے ہیں جن تک پہنچنے کے لئے انسان جادۂ ارتقا سے ضرور گذرا ہے

لیکن جن تک پہنچکر آگے ارتقانا ممکن ہوجاتا ہے اور ارتقا کی کوشش محض اخلاقی تجربہ کی ان منازل کی جانب رجوع کے مترادف ہے جنھیں نسل انسانی بہت پیچھے چھوڑ آئی ہے۔ اسلام انہی اخلاقی اور روحانی اصولوں کا آخری بیان ہے۔ جن میں ارتقا کے بہانے تغیر کی کوشش نسلِ انسانی کو اخلاقی اور روحانی تنزل کی جانب لے جائے گی اور جو اصول ایک دفعہ بیان ہوکر دائمی سچائیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دوسرے وہ مذہبی فلسفی ہیں جو اسلامی دنیا کی ہزیمت سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ یہ فلسفی بھی پہلے فرقہ کے فلسفیوں کی طرح مذہب اور دنیوی عناصر قوت میں تمیز نہیں کرسکتے اور عناصر قوت کی کمزوری کے لازمی نتیجہ یعنی دنیوی ہزیمت کو مذہبِ اسلام کی کمزوری کی جانب منسوب کرتے ہیں یہ فلسفی اس بات سے بھی بہت متاثر ہوتے ہیں کہ تمام دنیائے اسلام کو محکوم و مغلوب کرنے والی یورپی اقوام عیسائی ہیں۔ اگر عیسائیت عناصر قوت میں سے ہے تو ان مذہبی فلاسفہ کے نزدیک اسلام کی سب سے بڑی کمی عیسائیت کے عنصر اعظم یعنی عیسیٰ ابن مریمؑ کی طرف توجہ کی کمی ہے۔ اگر اسلام کے اندر ہی عیسیٰ ابنِ مریم دوبارہ زندہ ہوسکیں تو اسلام کی یہ کمی پوری ہوجائے گی۔ اور اسلام عیسیٰؑ کی کمی کو پورا کرکے پھر ترقی کے راستہ پر چل سکیگا۔ اس لئے اسلام میں عیسیٰؑ کی دوبارہ آمد کا جواز پیدا ہوجاتا ہے اور یہ فلسفی اپنے آپ کو اس مقدس حیثیت سے پیش کرکے امید کرتے ہیں کہ اب اسلام دوبارہ زندہ ہوجائیگا۔

ظاہر ہے کہ اگر یہ مذہبی فلسفی جن کی تحت الشعوری کیفیت اوپر بیان کی گئی ہے، تہذیب کی درست تشریح کرسکتے تو دنیائے اسلام کے عناصرِ قوت کی کمزوری کے لازمی نتیجہ یعنی ہزیمت کو مذہبِ اسلام کی عدم تکمیل پر محمول نہ کرتے۔ اور اگر یہ مذہبی فلسفی اسلامی دنیا کے تنزل کی درست تشریح کرسکتے اور دنیوی قوت کی وجوہات کو دیگر عناصرِ تہذیب سے علیحدہ کرسکتے تو حکمران اقوام کے مذہب کی بنیاد یعنی عیسیٰؑ کو اسلام میں دوبارہ زندہ کرنے کی بجائے صرف حکمران اقوام کے عناصرِ قوت کے مطالعہ اور حصول کی تلقین کرتے۔ جن کے مطالعہ اور حصول اور ترقی نے دنیوی طاقت مسلمانوں کے ہاتھ سے یورپ کے ہاتھوں میں منتقل کردی تھی۔ لا نبی بعدی کے بعد اسلام کے اندر کوئی نبی خواہ وہ ظلی بروزی

یا مجازی ہو۔ ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ لا الہ الا اللہ کے بعد ظلی بروزی یا مجازی خدا پیشین گوئیوں کے متعلق نہایت محتاط رہنا چاہیے۔ کیونکہ عام طور پر ان کے پیش کرنے والے ان کی تاویل کرکے ان سے نتائج اخذ کرتے ہیں پھر اس طرح یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پیشینگوئیوں میں عیسیٰ ابن مریمؑ کی بھی تاویل کی جائے۔ عیسیٰؑ کے نزول سے اسلامی دنیا میں عیسائی حکمرانوں اور عیسائی مشنریوں کا ورود مراد لی جاسکتی ہے یا ان مسلمانوں کی جانب اشارہ سمجھا جاسکتا ہے جو یورپ کے مقابلہ میں اسلامی دنیا کی شکست سے اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ ان کے دل میں مسیحی یورپ کی تقلید و پرستش کے جذبات موجزن ہیں۔ ہر حالت میں جبکہ پیشین گوئیوں کے باقی تمام الفاظ کی تاویل کی جاتی ہے تو محض عیسیٰ ابن مریمؑ کی تاویل نہ کرنا تفسیری ایمانداری نہیں ہوسکتی۔[1]

(ب) نقشہ ۲ سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ جس طرح وہ مسلمان جو فطرتاً مذہبی واقع ہوئے ہیں لیکن تہذیب کی درست تشریح نہیں کرسکتے وہ مذہب کو ہی عناصر قوت سمجھکر دنیائے اسلام کی ہزیمت کو مذہب اسلام کی کمزوریوں پر محمول کریں گے اور مذہب اسلام کی تکمیل کے لئے غیر متعلق نسخے تجویز فرمائیں گے۔ اسی طرح وہ مسلمان جو فطرۃً ظاہر بیں واقع ہوئے ہیں لیکن تہذیب کی درست تشریح نہیں کرسکتے وہ عناصر تمدن کو ہی عناصر قوت سمجھکر دنیائے اسلام کی ہزیمت کو اسلام کے فرسودہ تمدن پر محمول کریں گے اور وہ اسلامی عناصر تمدن کو ترک کرنے اور یورپ کی حکمران اقوام کے عناصر تمدن کے حصول میں ہی اسلامی دنیا کی ترقی کو ممکن سمجھیں گے۔

تمام دنیائے اسلام میں اسلام کی اعلیٰ اخلاقی و تمدنی اور معاشرتی روایات کو رد کرنے اور اور ان کی بجائے یورپ کی معاشرتی اور تمدنی روایات کو حاصل کرنے کا عمل اسی طرز خیال کا نتیجہ ہے یہ عمل ترکی اور ایران میں حکمرانوں کے تشدد سے قومی حیثیت اختیار کرچکا ہے لیکن حکومت کے تشدد سے پہلے بھی انفرادی طور پر دماغی غلامی کے باعث شروع ہوچکا تھا اور اس وقت بھی عربی اور مشرقی اسلامی ممالک تہذیب کی غلط تشریح کے اثر کے ماتحت یورپ کی تمدنی اور معاشرتی تقلید کی رو میں بہتے چلے جارہے ہیں بجائے اس کے کہ مسلمان یورپ سے صرف ان عناصر قوت کو

[1] فاضل مقالہ نگار کو اس میں غلط فہمی ہوئی ہے، نزول عیسیٰ کے لئے اس قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں (برہان)

حاصل کرلیں جن کے حصول سے اور جن کی ترقی سے یورپ نے دنیائے اسلام کو غلام بنالیا ہے مسلمان تشریحی مغالطہ کے ماتحت یورپ کے عناصر تمدن کو ہی عناصر قوت سمجھکر حاصل کررہے ہیں اور اسے خدمت اسلام تصور کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس نقل کی تحریک کے ماتحت مسلمان ہیٹ سوٹ، شراب خوری، خنزیر خوری، بے پردگی، ناچنا، گانا، جنسی بے ضابطگیاں وغیرہ سب کو عناصر قوت سمجھکر اسلامی تمدن کا حصہ بنارہے ہیں حالانکہ یہ سب اشیا یورپ کی اقوام کے مذہبی اور تمدنی عناصر ہیں ان کی دنیوی قوت اور سیاسی فتح کے باعث نہیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ دنیائے اسلام کی بقا کے لئے صنعتی ترقی اور اقتصادی تنظیم لازمی امور ہیں۔ ہم بہ حیثیت غریب گاہک یا متمول سرمایہ دار اسلامی صنعت کی سرپرستی کرسکتے ہیں۔ لیکن منظم مقابلہ کے سامنے کوشش اگر من حیث القوم ہو تو زیادہ بارور ہوتی ہے اور صنعت اتنی پیچیدہ ہوگئی ہے کہ اس کے اعلیٰ ترین مدارج تک ہم صرف قومی کوشش سے ہی پہنچ سکتے ہیں۔

قومی کوشش چھوٹے پیمانہ پر اشتراک سرمایہ صنعتی درسگاہوں اور مشترکانہ سرپرستی کی صورت اختیار کرے گی لیکن ایک قوم اس وقت تک پوری صنعتی ترقی نہیں کرسکتی۔ جب تک کہ اس کا قبضہ قومی جغرافیائی حدود اور ان حدود پر محاصل درآمد پر نہ ہو جب تک ایک قوم کی ابتدائی صنعت کو زبردست محاصل درآمد سے امداد نہ مل سکے گی۔ بیرونی ترقی یافتہ صنعت اس کو مقابلہ سے تباہ کردے گی۔ اور وہ قوم عناصر قوت سے محروم رہ کر مغلوب و محکوم ہوجائے گی۔ آئندہ دنیا کی سیاسی تاریخ آزادی غلامی اور سلطنت کے فیصلے انسانی تعداد سے زیادہ صنعتی ترقی پر مبنی ہوں گے۔ حکمران قوم محکوموں کی صنعتی ترقی کو تباہ کردے گی۔ اور صنعتی ترقی کو صرف اپنے قبضے میں رکھنے کی کوشش کرے گی دشمنوں کی صنعتی ترقی کی بربادی جنگ میں بہترین ہتھیار ہوگا۔

افغانستان، ایران، ترکی، حجاز اور مصر کو جغرافیائی حدود اور محاصل درآمد پر پورا قبضہ حاصل ہے لیکن افسوس ہے کہ ان ممالک کے اکثر باشندے تہذیب کی غلط تشریح کے ماتحت لباس کے تغیرات اور یورپ کی غیر ضروری معاشرتی تقلید میں ہی عناصر قوت کے اسرار ڈھونڈھ رہے ہیں۔ ترکی یا ایران کی

قوتِ مدافعت صرف ان کی صنعتی ترقی پر منحصر ہوگی نہ کہ لباسی تغیرات اور یورپ کی معاشرتی تقلید پر یورپ کے تمدنی عناصر کے حصول سے یورپ کی اس دنیوی طاقت کا مقابلہ نہیں ہوسکتا جو یورپ کو صنعتی ترقی اور اقتصادی تنظیم سے حاصل ہے بلکہ یورپ کی تمدنی زندگی کے عیوب یورپ کی خیرہ کن سیاسی کامیابی کے پیچھے چھپ گئے ہیں اور یہ کامیابی یورپ کو صنعتی ترقی کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔

ہمیں ایمانداری سے اس امر کو تسلیم کرلینا چاہیئے کہ ہم عناصر قوت کے حصول وارتقاء میں یورپ سے بہت پیچھے ہیں یہ سمجھ لینا کہ ہم مذہبی ارتقا کے متعلق گفتگو کرنے سے یا سوٹ ہیٹ پہننے یا ناچنے گانے سے یورپ کے برابر آجاتے ہیں۔ اس عظیم الشان صنعتی اور اقتصادی ترقی کا مذاق اڑانا ہے۔ جس میں یورپ کو ہم پر وہ فوقیت حاصل ہے جو یورپ کی عالمگیر فتح اور اسلامی دنیا کی ہمہ گیر شکست کا باعث ہوئی۔ اسلامی دنیا کی جہد للبقار کے لئے سب سے بڑی ضرورت یورپ کی قوت کے اصلی عناصر یعنی صنعتی ترقی اور اقتصادی تنظیم کا حصول ہے جس کے لئے درست "عناصرِ قوت" کا احساس اور ان کے حصول کے لئے درست کوشش درکار ہے۔

ندوۃ المصنفین کی عظیم الشان کتاب

اسلام کا نظامِ حکومت

شائع ہوگئی

اس کتاب میں اسلام کے نظامِ حکومت کے تمام شعبوں، اس کے نظریہ سیاست وسیادت کے تمام گوشوں ریاست ومملکت اور اس کے متعلقات اور عام دستوری اور تاریخی معلومات کو وقت کی نکھری ہوئی زبان اور جدید تقاضوں کی روشنی میں نہایت تفصیل سے واضح کیا گیا ہے اس عظیم الشان کتاب کے مطالعہ سے اسلام کی ریاستِ عامہ کے مکمل دستورِ اساسی اور ضابطۂ حکومت کا تفصیلی نقشہ سامنے آجاتا ہے صفحات ۴۰۴ قیمت چھ روپے

منیجر ندوۃ المصنفین دہلی قرول باغ